تبصرے

تنقید شعر العجم | از پروفیسر حافظ محمود شیرانی تقطیع متوسط ضخامت ۲۱۰ صفحات. کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد سے رہلا جلد صہ رشائع کردہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

پروفیسر شیرانی فارسی زبان و ادب کے بلند پایہ محقق کی حیثیت سے علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے ایک عرصہ ہوا مولانا شبلی مرحوم کی مشہور کتاب شعر العجم پر ایک مبسوط اور نہایت محققانہ تنقید لکھی تھی جو انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ اردو میں اکتوبر ۱۹۲۲ء سے جنوری ۱۹۲۷ء تک شائع ہوتی رہی تھی اور جس نے ہندوستان کے علمی حلقوں میں اسی وقت ایک عجب ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ اب انجمن ترقی اردو نے اس تنقید کو کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے اور اس میں پروفیسر شیرانی کا وہ مضمون بھی شامل ہے جو موصوف نے رباعی کے اوزان پر بحث کے سلسلہ میں مولانا سید سلیمان ندوی کے جواب میں اورینٹل کالج میگزین کی متعدد اشاعتوں میں شائع کرایا تھا۔ علاوہ بریں اس میں پروفیسر ڈاکٹر اقبال کا وہ مقالہ بھی شامل ہے جو انھوں نے انھیں دنوں میں "عمر خیام" پر اردو رسالہ میں لکھا تھا۔

جب یہ تنقید شائع ہو رہی تھی اُسی زمانہ میں بعض اربابِ قلم نے اس کے جوابات بھی لکھے تھے۔ لیکن آخر کار پروفیسر شیرانی کی تحقیق اور ان کی دقتِ نظر کے سامنے سب کو سپر ڈالنی پڑی اور تنقید کی معقولیت کو بحیثیت مجموعی سب نے ہی تسلیم کر لیا۔ اس میں فاضل پروفیسر نے صرف شعر العجم کی خامیوں ہی پر گرفت نہیں کی ہے بلکہ خود اپنی معلومات اور تحقیق کی روشنی میں ہر شاعر (عباس مروزی سے کمال اسماعیل تک) اور فارسی شعر و ادب کے ہر مسئلہ زیر بحث سے متعلق بحث کر کے اس سلسلہ کا نہایت قیمتی اور بیحد قابل قدر مواد فراہم کیا ہے جو فارسی زبان و ادب کے طلبا اور اساتذہ کے لئے بیش از بیش مفید و سود مند ثابت ہو گا۔ علی الخصوص انوری، نظامی اور عطار کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ صد درجہ بصیرت افروز اور جامع و پُر از

معلومات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق اور اندازِ تنقید کے اعتبار سے پروفیسر شیرانی کا یہ کارنامہ نہایت وقیع اور خالص علمی نقطۂ نظر سے بیحد قابلِ ستائش ہے۔

لیکن اس موقع پر ہم اس افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پروفیسر شیرانی کا قلم کئی جگہ غیر محتاط ہو گیا ہے اور انھوں نے مولانا شبلی کی نسبت ایسے طنزیہ فقرے لکھدیئے ہیں جو اس سنجیدہ اور علمی تنقید کی پیشانی پر بدنما داغ معلوم ہوتے ہیں۔ انجمن کا فرض تھا کہ تنقید کو کتاب کی شکل میں شائع کرتے وقت ان فقروں اور جملوں کو جن سے یک گونہ "ذاتی پرخاش" کی بو آتی تھی حذف کر دیتی۔ پھر بعض جگہ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ شیرانی صاحب خواہ مخواہ ہی مولانا شبلی کے سر ہو گئے ہیں اور ان پر نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ مثلاً مولانا شبلی نے عام روایات (جن کا اقرار خود شیرانی صاحب کو بھی ہے) کے تتبع میں سلطان سنجر کا انوری کے گھر آنے کا قصہ لکھا ہے۔ شیرانی صاحب سنجر اور انوری کے تعلقات کی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اس کو بعید از قیاس قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے نزدیک صحیح بیان مولانا شبلی کا ہی ہے۔ چنانچہ اشعار ذیل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

نزولت را نبزدمن مثل دانی چہ می آرم　　　نزولِ مصطفیٰؐ نزدیک بوایوب انصاری
ترا لطفِ تو داعی بود گرنہ کس روا دارد　　　کہ رخت کبریا ہرگز بچوناں کلبۂ آری

پروفیسر صاحب نے اس قصیدہ کے صرف شروع کے دو شعر لکھے ہیں اور اندازِ خطاب سے قیاس کیا ہے کہ انوری کے ہاں سنجر نہیں بلکہ کوئی وزیر آیا تھا۔ حالانکہ "مجیر دولت ودیں" وزیر کی طرح بادشاہ کو بھی کہا جا سکتا ہے۔

پھر یہ نہ بھولنا چاہئے کہ یہ تنقید مولانا شبلی کی فضیلتِ علمی کو کسی طرح کم نہیں کرتی ہے۔ مولانا کا اصل شاہکار شعر العجم کا چوتھا اور پانچواں حصہ ہے جس میں انھوں نے فارسی شاعری کے تمام اصناف پر نہایت محققانہ اور بلند پایہ تبصرہ کیا ہے اور جس سے مولانا کی جامعیت، دقتِ نظر، بلندیِ ذوق، فارسی زبان کے مذاقِ صحیح اور قوتِ بیان وانشاپردازی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک مولانا کا اصل جوہر یہی ہے۔ ان کا اصل مقصد تذکرۃ الشعراء لکھنا نہیں تھا۔ تنقید کی علمی عظمت وافادیت کا اعتراف ہر شخص کے لئے ناگزیر ہے لیکن یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ شبلی علم وادب کے جن جن میدانوں سے ایک شہسوار کی طرح فاتحانہ انداز میں گذر جاتے ہیں ان میں سے بہتیرے میدان ہیں کہ شیرانی ان میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔